عدالت

از: توفیق الحکیم

ترجمہ: طارق احمد آہنگر

نانوائی ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے جہاں ایک شخص جو کہ پیشے سے جج ہے عدالت جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ جونہی وہ نانوائی کو دیکھتا ہے تو اسکے لبوں پر مسکرہٹ پھل جاتی ہے۔۔۔۔۔

جج : آو۔۔۔میرے دوست کیسے ہو۔

نانوائی : جج صاحب مجھے بچائے۔

جج : پر۔۔۔ہوا کیا؟

نانوائی : وہ بطخ۔۔۔

جج : بطخ۔۔۔کونسی بطخ

نانوائی : وہی بنی ہوئی بطخ جس کا آدھا حصہ میں نے کل آپکو بجھوایا تھا۔

جج : (کچھ توقف کے بعد): ہاں۔۔۔وہ۔۔۔وہ تو بہت لذیذ تھی۔۔
اسکی بھینی بھنی خوشبو۔۔۔اسکے گوشت سے گویا شہد ٹپک رہا تھا۔

نانوائی : اسکا مالک اب مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے۔۔۔
سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا جواب دو۔

جج : اچھا۔۔۔تو یہ بات تمہیں پریشان کر رہی ہے؟

نانوائی : ہاں بالکل۔۔۔اب اسے کیا کہوں جناب!۔۔

جج : کہو یہ۔۔۔وہ۔۔۔وہ اڑ گئ

نانوائی : (حیرت زدہ ہو کر): اڑ گئ۔۔۔ تنور میں اچھی طرح پک جانے کے بعد بھی۔۔۔؟!

جج : تو کیا ہوا؟!

نانوائی : اگر وہ میرا یقین نہ کرے؟!

جج : تو اسے میرے پاس لاو ''میں یقین دلا دونگا''

نانوائی : جی جناب۔۔۔بہت اچھا۔

نانوائی جاتا ہے اور جج صاحب عدالت کی اور چلا جاتا ہے۔۔۔

کچھ دیر بعد۔۔۔نانوائی آتا ہے اور اسکے پیچھے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت اسکو عدالت کی جانب دھکیلتی ہوئی آتی ہے۔۔۔نانوائی بغیر کسی خوف و ہراس کے ان سب کے ساتھ مزاہمت کرتا ہوا جج صاحب کے سامنے پیش ہوتا ہے۔۔۔جج صاحب order order آڈر ۔۔۔آڈر کہتے ہوئے عدالت کی کاروائی شروع کرتے ہیں۔

جج : معاملہ کیا ہے؟

نانوائی : (ایک شخص کی طرح اشارہ کرتے ہوئے): یہ بول رہا ہے کہ میں چور ہوں۔

جج : کون ہے یہ شخص؟

نانوئی : اس شخص کا کہنا ہے کہ میں نے اسکی بطخ چرالی ہے۔

جج : (اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ذرا آگے آؤ۔

شخص آگے آتے ہوئے: جی جناب عالی

جج : اچھا۔تم ہو کون اور تمہارا معاملہ کیا ہے؟

شخص : جناب میں بطخ کا مالک ہوں۔

جج : کیا تمہارے پاس بطخ تھی؟

بطخ والا : ہاں جناب عالی۔۔۔جو میں نے اس نانوائی کو پکانے کے لئے دی تھی۔۔۔اور اس نے بطخ کو میرے سامنے ہی تنور میں پکنے کے لئے رکھا۔اور مجھے بعد میں آنے کو کہا۔اور پھر جب میں بطخ واپس لینے پہنچا تو مجھ سے جگڑا کرنے لگا۔۔۔۔

جج : کہو اسنے کیا کہا صراحتا بتاؤ۔

بطخ والا : اب کیا بتائیں جناب عالی۔۔۔ایسی بے وقوفی کی باتیں جس سے وہ میری بطخ ہتھیانا

چاہتا ہے۔

جج : فلسفہ نہیں۔۔۔صاف صاف واضح الفاظ میں بیان کرو۔

بطخ والا : یہ کہتا ہے کہ ''وہ بطخ اڑ گئی''۔۔۔اب آپ ہی بتائیں جناب کیا آپ اس بات کا یقین کرینگے ؟!

جج : کیا تم اس بات کو نہیں مانتے۔

بطخ والا : جناب عالی۔۔۔ہرگز نہیں

جج : کیا تم اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔

بطخ والا : جی حضور۔۔۔بالکل رکھتا ہو۔

جج : کیا تم اللہ تعالی کی قدرت پر یقین رکھتے ہو۔؟

بطخ والا : جناب عالی بالکل رکھتا ہو۔

جج : کیا اللہ تعالی بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے کی قدرت نہیں رکھتا؟

بطخ والا : جناب عالی بالکل رکھتا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔

جج : بس! کوئی لیکن ویکن نہیں۔۔۔یا تو تم اللہ تعالی کی قدرت پر ایمان رکھتے ہو۔۔۔یا تو پھر کافر وزندیق ہو جس پر اللہ تعالی کی لعنت ہے۔

بطخ والا : نہیں۔۔نہیں۔۔جناب میں اللہ تعالی کی قدرت پر کامل ایمان رکھتا ہوں

جج : تو پھر۔۔تم کو اس بات کا بھی اعتراف ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے آپنی قدرت سے بطخ کو تنور سے اڑنے کی طاقت بخشی ہوگی۔۔۔!

بطخ والا : بخشی ہوگی جناب۔۔لیکن۔۔۔

جج : بس!۔۔۔ایک ہی جواب دو کیا وہ بطخ اللہ تعالی کے قدرت سے اڑ سکتی تھی یا نہیں۔؟

بطخ والا : جناب عالی۔۔۔اڑ سکتی تھی۔۔۔

جج : (بات کاٹتے ہوئے) تو پھر معاملہ ختم۔۔۔فیصلہ ہوگیا۔

بطخ والا : لیکن جناب عالی۔۔۔اس بطخ کو میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے کھانے کے لئے تیار

کروایا تھا۔۔۔اب کیا اللہ تعالی صرف اپنی قدرت کا مظاہرہ کرنے کے لئے مجھے اور میرے بچوں کو بھوکھا مرنے کے لئے چھوڑ دیتا!۔۔۔اب مجھے اس بطخ کے پیسے کون دیگا؟!

جج : یہ معاملہ تمہارے اور تمہارے رب کے مابین ہے۔اس کا بیچارے نانوائی کے ساتھ کیا تعلق؟!

بطخ والا : سبحان اللہ۔۔۔ بطخ کی قیمت۔۔۔کیا وہ اس نانوائی کے ذمہ نہیں؟

جج : کیا تم نانوائی سے بطخ کی قیمت کا مطالبہ کرو گے؟!

بطخ والا : کیا میرے سامنے کوئی دوسرا راستہ ہے؟!

جج : ارے سادہ لوآدمی۔۔۔بطخ کو اڑانے والا کون تھا۔۔۔اللہ یا نانوائی؟

بطخ والا : جناب عالی۔۔۔یہ کیسا سوٴال ہے؟!

جج : دیکھو گھما پھرا کر بات مت کرو۔۔۔عقل کا استعمال کرو، پھر جواب دو۔
کیا نانوائی کے ہاتھ میں یہ طاقت ہے کہ ایک بطخ کو تنور میں پکانے کے بعد اڑا سکے؟

بطخ والا : نہیں۔۔۔

جج : پھر یہ طاقت کس کے ہاتھ میں ہے؟۔

بطخ والا : اللہ کے ہاتھ میں۔

جج : تو پھر اگر اللہ تعالے نے تمہاری بطخ کو اپنی قدرت سے تنور سے اڑا دیا تو تم تنور والے کو ذمہ دار کیسے ٹھہرا سکتے ہو۔

بطخ والا : ''حیران و پریشان ہوکر'' پتہ نہیں!

جج : یہ عدالت تمہاری دماغی طاقت کو مدنظر رکھ کر تمہاری سزا میں تخفیف کرے گی۔

بطخ والا : (چونکتے ہوئے) سزا۔۔۔کس بات کی سزا۔!

جج : کیا تم نے نانوائی کو چور نہیں کہا؟

بطخ والا : جناب یہ۔۔۔۔وہ۔۔۔

جج : تمہیں ۱۰۰۰ روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے

بطخ والا : اور نانوائی ؟

جج : اسے بری کیا جاتا ہے۔

بطخ والا : (چیختے، چلاتے) دیکھوں لوگوں اس شخص نے کس طرح میری بطخ ہتھیالی۔۔۔
اور اب اسی کو حق پر ٹھہرایا گیا۔۔۔۔

نانوائی : (جج صاحب سے) جناب عالی۔ دیکھا آپ سے یہ کہہ رہا ہے ''میں نے اسکی ملکیت پر قبضہ کرلیا''۔

جج : (بطخ والے سے) یہ بات غلط ہے۔۔۔ بے قصور لوگوں پر تہمت لگانا بالکل صحیح نہیں ہے۔۔

نانوائی : جناب عالی: میں عدالت سے گزارش کرتا ہوں کہ مجھے بطخ والے سے کچھ بولنے کی اجازت دے، تاکہ میں اپنی بے گناہی ثابت کروں۔

جج : اجازت دی جاتی ہے۔

نانوائی : کیا تم عدالت کو بتائیگے کہ وہ بطخ آپکے پاس کہاں سے آئی تھی؟

بطخ والا : وہ بچپن سے ہی میری تھی۔

نانوائی : اور تمہاری ہونے سے پہلے؟

بطخ والا : انڈے میں۔

ناوائی : وہ انڈا کس کا تھا؟

بطخ والا : وہ بھی میرا ہی تھا۔

نانوائی : تمہارے پاش وہ انڈا کہاں سے آیا تھا۔

بطخ والا : وہ ایک بطخ نے دیا تھا۔

نانوائی : اچھا۔۔۔ وہ بطخ جس نے وہ انڈا دیا تھا وہ تمہارے پاس کہاں سے آئی تھی؟

بطخ والا : وہ میرے پاس تب سے تھی جب سے وہ ایک چوزہ تھی۔

نانوائی : اور چوزہ ہونے سے پہلے؟

بطخ والا : انڈے میں۔

نانوائی : اور وہ انڈا کس نے دیا تھا؟

بطخ والا : ظاھر ہے ایک اور بطخ نے۔

نانوائی : اب وہ بطخ کہاں ہے؟

بطخ والا : کونسی بطخ بھائی!

نانوائی : وہیں ''نانی بطخ'' اور کون؟

بطخ والا : نانی بطخ۔۔۔!

نانوائی : ہاں۔۔۔جس نے انڈا دیا جس سے چوزہ نکلا، پھر وہ بطخ بنی، پھر اسنے انڈا دیا جس سے چوزہ نکلا جو پھر بطخ بنی یہ سارہ معاملہ صاف ہونا چاہئے۔یہ عدالت ہے۔

بطخ والا : (جج صاحب کی اور) جناب عالی۔۔۔یہ کونسی بحث چھڑ گئی ہے یہاں؟!

جج : یہ بحث اہم ہے۔۔۔جس سے نانوائی کا سچ سامنے آ سکتا ہے۔

بطخ والا : عجیب بات ہے!۔۔۔کون سا سچ؟!

جج : کوئی چالاکی نہیں۔۔۔سیدھی طرح سے اسکے سوالات کا جواب دو۔

بطخ والا : اچھا۔۔۔جناب عالی۔

جج : دیکھو تم اس وقت عدالت کے سامنے ہو، جو سچائی تک پہنچنا چاہتی ہے، اور انصاف کرنا چاہتی ہے۔بغیر کسی حوف و خطر بتاؤ جو کچھ بھی بتانا چاہتے ہو۔

بطخ والا : جناب عالی، آپ دیکھ رہے ہیں تا کہ یہ شخص مجھ پر کتنا ظلم کر رہا ہے۔

جج : تم اسکو چھوڑو۔۔۔عدالت کو بتاؤ۔

نانوائی : (اپنی زبان کو حرکت دیتے ہوئے) اچھا وہ جو نانی بطخ جس نے انڈا دیا تھا اور جس سے ماں بطخ نکلی تھی، پھر جس نے انڈا دیا جس سے وہ بطخ نکلی جو موضوع بحث ہے۔۔۔وہ در اصل میری تھی نہ کہ تمہاری۔

جج : (بطخ والے سے) تو، سنا تم نے؟۔

بطخ والا : یہ کیا بات ہوئی۔۔۔!

جج : بات تو بالکل واضح ہے۔

بطخ والا : نانی بطخ۔۔۔ماں بطخ! یہ کیا مزاق ہے۔

جج : ''ماں بطخ'' اہم نہیں ہے۔۔۔اہم تو نانی بطخ ہے۔

بطخ والا : جج صاحب۔۔۔اسکے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ نانی بطخ اس ک ملکیت تھی

جج : تمہاری پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ ''نانی بطخ'' اسکی ملکیت نہیں تھی۔

بطخ والا : کیاان بطخوں اورانڈوں کا میری ملکیت میں ہوناضروری تھا کیا؟

جج : بالکل۔۔۔کیا تم حلفا کہہ سکتے ہو کہ تمام بطخیں اور ان سے پیدا ہونے والے تمام انڈے تمہارے ہی تھے۔ دیکھو اگر تم نے کذب بیانی سے کام لیا تو تم پر حد جاری کی جاسکتی ہے۔

بطخ والا : جج صاحب۔۔ تمام بطخیں اور ان سے پیدا ہونے والے تمام انڈے؟! میں سمجھا نہیں۔۔۔!

جج : تمام بطخیں اوران کی تمام ذریت۔ بات بالکل واضح ہے۔

بطخ والا : کیااس میں وہ پہلی بطخ بھی شامل ہے، جس سے ذریت پیدا ہوئی اور پھل گئی۔ یعنی ''حواء بطخ''

جج : کیاتم عدالت کا مزاق اڑاتے ہو۔تمہیں تنبیہ کی جاتی ہے

بطخ والا : جناب عالی۔۔ میں عدالت سے بڑے ہی ادب واحترام سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نانوائی آخر چاہتا کیاہے۔؟

نانوائی : جناب عالی۔۔۔مجھے میری کھوئی ہوئی عزت واپس ملنی چاہیں۔۔یا جرمانہ۔

جج : (بطخ والے سے) یہ تو عدالت تم سے شروع سے کہتی آرہی ہے۔

بطخ والا : وہ کیسے؟

نانوائی : اپنے جھوٹے دعوے کا اقرار کر کے۔

بطخ والا : (جج صاحب سے) جناب عالی۔۔۔اسکا جھوٹا دعوی کہ میرا!

جج (بطخ والے سے): کیاتم نے نہیں کہا کہ اسنے تمہاری بطخ ہتھیالی۔

بطخ والا : وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں۔

نانوائی : جج صاحب۔۔۔یہ دیکھیے یہ اسے دعوے پر اب تک اڑا ہوا ہے,

جج : یہ چاہیئے جتنا اپنے دعوے پر ڈٹ جائے عدالت تمہیں میں سچا مان چکی ہے اور تمہیں عزت واحترام کے ساتھ بری کر چکی ہے۔اب تم باعزت بری ہو۔

نانوائی : جناب عالی آپ کا بہت بہت شکریہ۔آپ کا انصاف زندہ آباد۔

بطخ والا : انصاف!۔۔۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔۔

نانوائی عدالت سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔تب ہی لوگوں کی ایک جماعت پکارنے لگتی ہے۔

جج صاحب۔۔جج صاحب اسے جانے مت دیجئے

جج : آپ لوگ کون ہوا۔

لوگ : ہم مدعی ہیں۔اور اپنا دعوی اسکے خلاف پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

لوگوں میں ایک شخص آگے بڑھتا ہے جس کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے کہتا ہے:

جناب عالی۔۔۔میں آپ سے اپنا دعوی پیش کرنے اجازت چاہتا ہوں۔

جج : اجازت ہے

مدعی : میں نانوائی کی دکان سے گزر رہا تھا۔۔۔

جج (بات کاٹتے ہوئے): تم اس راستہ سے کیوں گزر رہے تھے؟۔

مدعی : جج صاحب۔۔۔وہ راستہ میری گھر کی طرف جاتا ہے۔

جج : آگے بولو۔۔۔

مدعی : جب میں اسکی دوکان کے پاس پہچا تو میں نے دیکھا نانوائی اور بطخ والے کے مابین ہاتھا پائی ہورہی تھی۔۔۔

جج : تمہیں تنبیہ کی جاتی ہے۔۔۔کہ بطخ کو بیچ میں نہ لایا جائے۔

مدعی : بہتر جناب عالی ۔۔۔تو میں نے دیکھا یہ دونوں آپس میں دست وگریبان تھے۔اور ایک دوسرے کو گھونسے مار رہے تھے۔میں نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی ۔۔۔اور نانوائی نے مجھے گالیاں دینی شروع کی ۔۔۔اتنے میں ہی اس نے ایک گھونسا میری آنکھ پر رسید کر دیا جس سے میری یہ آنکھ بیکار ہوگئی۔

جج : تم نے ان دونوں کے معاملے میں ٹانگ کیوں اڑائی؟

مدعی : جناب عالی۔۔تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو جائے۔

جج : کیا تم نے یہ کہاوت نہیں سنی ہے کہ ''دوسروں کے پھڈے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے؟

مدعی : جج صاحب ۔۔۔یہاں کسی بحث ومباحثے کی ضرورت نہیں ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ نانوائی نے میری آنکھ عمدا قصدا نکالی۔

جج : کیا تم نے اس آنکھ کو پوری طرح سے کھو دیا ہے؟

مدعی : جی حضور۔۔۔پوری طرح سے۔

جج : گویا کہ یہ آنکھ اب آنکھ ہی نہیں ہے۔

مدعی : بالکل حضور والا۔۔۔۔

جج : تمہارے پاس اب ثبوت کیا ہے؟

مدعی : دوسری آنکھ

جج : یعنی تمہارے پاس ایک ہی آنکھ ہے؟

مدعی : بالکل حضور والا۔

جج : تو ہم بات کا اعتبار کرتے ہیں جو آنکھ تمہارے پاس نہیں ہے وہ بالکل ہی نہیں ہے۔

مدعی : جی۔۔۔جناب

جج : اچھا تو تمہاری آنکھ نہ ہونے کے برابر ہے، گویا کہ یہ آنکھ کبھی تھی ہی نہیں۔۔اور وہ اب عدم کے حکم میں ہے۔

مدعی : بالکل ۔۔حضور والا

جج : اچھا تو معاملہ یہ ہے کہ تمہاری ایک ہی آنکھ ہے جو اس عدالت میں تمہارے پاس موجود ہے۔

مدعی : بغیر کسی شک کے۔

جج : انصاف کا تقاضہ ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ'' ۔اور تم چاہتے ہو کہ تم نانوائی کی آنکھ نکالو اور وہ تمہاری؟

مدعی : میری کونسی آنکھ!

جج : وہی آنکھ جو تمہارے پاس ہے!

مدعی : لیکن یہ آنکھ تو روشن ہے

جج : کیا تمہارے پاس کوئی دوسری آنکھ ہے جس کو نکالا جا سکے۔

مدعی : وہ آنکھ جو کہ نہیں ہے!

جج : جو نہیں ہے۔۔۔وہ ہو کیسے سکتی ہے۔۔وہ تو خارج از حساب ہے۔

مدعی : خارج از حساب

جج : یقینی طور پر۔۔۔کیا تم نے ابھی عدالت میں اس بات کا اقرار نہیں کیا! کہ میری دوسری آنکھ نہیں ہے۔۔۔اور جو نہیں ہے۔۔وہ نہیں ہے۔۔اس پر ہونے کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے۔وہ تو عدم کے حکم میں ہے۔

مدعی : لیکن جج صاحب۔۔۔

جج : کیا تمہیں عدالت کے فیصلے پر اعتراض ہے

مدعی : اعتراض تو نہیں۔۔۔لیکن

جج : لیکن کیا۔۔۔؟ انصاف تو یہ ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ،دانت کے بدلے دانت اور یہی عین انصاف ہے۔عدالت نے اس قانون کے تحت تمہیں تمہارا حق دلایا۔

مدعی : لیکن جناب والا۔۔۔اس سے تو میں اندھا ہو جاؤ نگا۔

جج : لیکن تمہیں انصاف تو ملیگا نا!

مدعی : انصاف (کیا انصاف یہ ہے کہ میں اندھا ہو جاؤ۔۔؟)

جج : لیکن اسی حساب کی رو سے تم مدعی علیہ کی آنکھ نکال سکتے ہو۔

مدعی : لیکن وہ تو ایک آنکھ سے پھر بھی دیکھ پائے گا

جج : ہاں۔۔۔کیوں کہ اسکے پاس دو آنکھیں ہیں۔

مدعی : لیکن میرے پاس بھی دو آنکھیں تھیں۔

جج : تم عدالت کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

مدعی : (چپ) کچھ توقف کے بعد: جناب اگر میں اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کردوں!

جج : کس فیصلے کو۔۔۔؟

مدعی : یہیں کہ ہم ایک دوسرے کی آنکھ نہیں نکالیگے۔

جج : کیا تم حکم عدولی کروگے!

مدعی : نہیں جناب عالی۔۔۔میں اس حال میں واپس جانا چاہتا ہوں جس حال میں یہاں آیا تھا۔۔۔مجھے انصاف نہیں چاہئے۔ ''حسبی اللہ'' میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

جج : تب تو تم عدالت کی حکم عدولی کے مرتکب ہو۔

مدعی : جناب عالی۔۔۔عدالت نے مجھے میرا حق دے دیا ہے۔۔۔اور اب میں اپنا حق برضا ورغبت چھوڑ رہا ہوں۔

جج : لیکن یہ عدالت کی توہین سمجھی جائے گی۔۔۔اور اس بناء پر تم پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔

مدعی : جرمانہ کا رقم نکالتے ہوئے: (خدا ہی حافظ ہو اس عدالت کا اور اس انصاف کا)

یہ کہہ کر مدعی عدالت کے اجلاس سے باہر نکل جاتا ہے۔

جج : (اپنے باردلی سے) اور کوئی ہے؟

حاضرین عدالت میں سے ایک بزرگ شخص لکڑی کے سہارے آگے بڑھتا ہے اور۔۔۔۔۔ کہتا ہے۔

بوڑھا : جج صاحب۔۔۔

جج : کیاتم بھی تنور کے راستہ سے ہی گزر رہے تھے۔؟

بوڑھا : نہیں جناب عالی۔۔۔ میرااس تنور سے کوئی واسطہ نہیں۔۔۔
بلکہ مجھے یہ بھی پتہ نہیں وہ تنور کہاں پر ہے۔

جج : الحمداللہ!۔۔۔

بوڑھا : میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔

جج : نماز۔۔۔ بہت اچھی بات ہے اللہ تمہیں اجرعظیم دے۔

بوڑھا : اور میرا بھائی وہ بھی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔

جج : تو پھر!

بوڑھا : اس اثناء میں ہم نے ایک شورغل سنا جو رفتہ رفتہ مسجد کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔اور لوگوں کی ایک جماعت نانوائی کے پیچھے پیچھے دوڑی آرہی تھی۔ان میں ایک پکار رہا تھا ۔۔۔بطخ بطخ۔۔۔ بطخ بطخ۔۔۔

جج : بطخ سے آگے بڑھو۔

بوڑھا : دوسرا پکار رہا تھا۔۔۔آنکھ۔۔۔آنکھ۔تیسرا پکار رہا تھا۔۔۔میرا گدھا۔۔میرا گدھا۔وہ ان سب سے بچتا بچاتا مسجد مین داخل ہوا،اور وہ سب اسکے پیچھے آرہے تھے۔

جج : نماز پڑھنے کیلئے کیا؟

بوڑھا : نہیں جناب۔۔۔اس کو پکڑنے کے لئے۔۔۔اور وہ اپنے پیچھے جماعت کو آتے دیکھ کر سیدھا مسجد کے مینار پر چڑ گیا۔اور لوگ بھی اسکے پیچھے مینار پر چڑ گئے۔پھر وہ مینار سے کودا۔۔۔

جج : تو پھر وہ مرگیا کیا؟

بوڑھا : نہیں جناب میرا بھائی مرگیا۔

جج : تمہارا بھائی بیچ میں کہاں سے آ گیا؟

بوڑھا : وہ مسجد کے صحن میں ٹھیک اسی مینار کے نیچے نماز پڑھ رہا تھا وہ عین سجدے کی حالت میں تھا کہ نانوائی کودا اور سیدھا اس کی کمر پر جا گرا، جس سے اسکی کمر ٹوٹ گئی اور اسکی موت واقع ہوئی۔

جج : کس نے تمہارے بھائی کو کہا تھا کہ اسی جگہ نماز پڑھے۔۔۔؟

بوڑھا : جناب والا۔۔۔اسکی اپنی قسمت

جج : گویا کہ یہ اسکی اپنی غلطی ہے کہ اسنے نماز کیلیئے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں کبھی بھی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔اسنے تو اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت مین ڈالا تھا۔پس تمہیں سوا اسکے کسی اور کو موردالزام نہیں ٹھہرانا چاہیئے۔

بوڑھا : جناب والا۔۔وہ مسجد مین تھا اور مسجد کوئی خطرناک جگہ تو نہیں!

جج : لیکن تمہارا بھائی وہی مرانا؟۔۔۔تو وہ خطرناک جگہ تھی۔

'بوڑھا : جج صاحب ۔۔۔کیا وہ اس بات کا کوئی اندازہ کرسکتا تھا کہ کوئی مینار پر چڑے اور نمازیوں کے کمر پر کودے۔

جج : لیکن ہوا یہی ہے۔۔۔خیر اب تم چاہتے ہو۔

بوڑھا : انصاف۔۔۔جناب عالی۔۔۔انصاف۔

جج : ہم یہاں عدل وانصاف کے لئے ہی بیٹھے ہیں۔اور انصاف کہتا ہے کمر کے بدلے کمر۔

بوڑھا : اللہ تعالیٰ آپکے عدل وانصاف کو سلامت رکھے۔

جج : تو فیصلہ یہ ہے کہ۔۔۔جس طرح یہ نانوائی مسجد کے مینار پر چڑا اور کود کر تمہارے بھائی کے کمر پر گرا۔۔۔اسی طرح تمہارے بھائی کی جگہ اب یہ رہے گا،تم مینار پر چڑ واور ٹھیک اسکی کمر پر چھلانگ مارو۔تا کہ اسکی بھی کمر اسی طرح ٹوٹ جائی۔

بوڑھا : جناب والا۔۔۔اگر میں اسکی کمر کے بجائے اپنی کمر کے بل گر گیا تو۔۔۔؟!

جج : وہ تمہارا معاملہ ہے تم جانو!

بوڑھا : نہیں جج صاحب۔۔۔میں ایسا نہیں کرسکتا۔۔۔اللہ بے نیاز ہے۔۔۔

جج : لیکن یہ تمہارا حق ہے۔۔۔

بوڑھا : مجھے ایسا حق نہیں چاہیے۔

جج : تم سب کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔ پہلے تو انصاف مانگنے آتے ہو۔ اور جب عدالت تمہیں تمہارا حق دلواتی ہے تو لینے سے انکار کرتے ہو کیا تم لوگوں نے عدالت کو مزاق سمجھا ہے ۔۔۔عدالت اس پر تمہیں بھی جرمانہ عائد کرتی ہے۔

بوڑھا : جرمانہ!

(جرمانہ ادا کرتے ہوئے بوڑھا شخص مایوس ہو کر عدالت سے چلا جاتا ہے)

جج : (اردلی سے) اور کوئی ہے۔۔۔

(کوئی شخص بھی آگے آکر جواب نہیں رہتا ہے)

جج : تم سب چپ کیوں ہو۔۔۔کیا کوئی اور نہیں ہے جسے انصاف چاہیئے۔

نانوائی : (ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جناب عالی۔۔۔۔

ایک اور ہے۔۔۔جس نے اپنے ساتھ ایک گدھا لایا ہے

اور بالکل دروازے کے پاس کھڑا ہے۔

جج : (دیہاتی کی جانب) تمہارا کیا معاملہ ہے۔

نانوائی : جناب عالی۔۔ یہ دیہاتی بول رہا ہے کہ گدھے پر سوار تھا اور جب لوگ مجھے پکڑ رہے تھے تو میں نے اس کے گدھے کی دم کو اتنے زور سے کھنچا کہ گدھے کی دم اکھڑ گئی اور گدھا دم کٹا ہو گیا۔

جج : (دیہاتی کو بلاتے ہوئے) یہاں آو

دیہاتی : آگے بڑتے ہوئے۔۔۔جی حضور

جج : واقعہ بیان کرو۔

دیہاتی : کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں، تو بیان کیا کرو۔

جج : عجیب بات ہے! کیا اس شخص نے تمہارے گدھے کی دم نہیں اکھاڑی اور تمہارا گدھا دم

کٹا نہیں ہوا۔

دیہاتی : حضور۔۔۔بالکل نہیں۔۔۔!

جج : کیا تمہارا گدھا دم کٹا نہیں ہے۔

دیہاتی : حضور۔۔۔یہ تو پیدائشی دم کٹا ہے۔

جج : یعنی دم کٹا۔۔۔اپنی پیدائش سے ہی!

دیہاتی : جی حضور۔۔۔یہ تو ہمیشہ سے ویسا ہی ہے۔بغیر دم کے

جج : تو یہ مکھیاں کس سے اڑاتا ہے

جج : تم اس کو دم کے بدلے جاڑو کیوں نہیں باندھتے

دیہاتی : حضور۔۔۔اچھا ایڈیا (Idea) ہے۔

جج : تم جھوٹے ہو

دیہاتی : حضور۔۔۔میں!؟

جج : کیا تم کبھی کسی گدھے کو بغیر دم کے پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

دیہاتی : حضور۔۔۔رب ہر چیز پر قادر ہے

جج : کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ اسنے گدھے کو بغیر دم کے تخلیق کیا ہو۔

دیہاتی : جی حضور۔۔۔جس طرح میں نے سنا ہے کہ ایک بطخ تنور میں اچھی طرح پکنے کے بعد اڑ بھاگی۔

جج : یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔!(کچھ توقف کے بعد)

اچھا تو نانوائی کے خلاف تمہارا کوئی دعوی یا شکایت نہیں ہے۔

دیہاتی : حضور۔۔۔بالکل نہیں قطعاً نہیں۔

جج : پھر تم یہاں اس عدالت میں کر کیا رہے ہو۔

دیہاتی : تماشہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔۔۔حضور۔۔

جج : تماشہ؟!۔۔۔کس چیز کا تماشہ؟

دیہاتی : عدالت کا۔۔۔

جج : کیا یہ عدالت کوئی تماشا ہے اور تم اسے مفت دیکھو گے۔اس کی پاداش میں تم پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔

دیہاتی : بغیر دعوے کے مقدمہ بنا۔۔۔اور انصاف۔۔۔۔وہ تو سب کو مل گیا ایسے انصاف کا خدا ہی حافظ ہو۔(یہ کہتے ہوئے دیہاتی عدالت سے چلا جاتا ہے اور اس کے ساتھ تمام لوگ بھی عدالت سے رخصت ہوتے ہیں۔صرف جج اور نانوائی کو چھوڑ کر)

جج : میں سمجھتا ہوں کہ اجلاس ختم ہو گیا۔

نانوائی : خدا خدا کر کے۔

جج : دیکھا میں نے تمہیں کیسے بچا لیا۔ ''مکھن میں بال کی طرح تمہیں نکالا''

نانوائی : جرمانے کی رقم کی طرح اشارۃ کرتے ہوئے:اور وہ۔۔۔؟

جج : سمجھ گیا۔۔۔تمہارا بھی اس میں حصہ ہے

نانوائی : ہاں۔ میں نے بھی تو لوگوں کا ظلم جبر سہا ہے جس کا معاوضہ ملنا چاہئے۔

جج : مطمعین رہو تمہیں انصاف ملیگا۔

☆☆☆